کیے۔ ان الزامات کا مقصد واضح تھا۔ صدر کریموف ان رہنماؤں کی معزولی پر کمر بستہ تھے۔ ان تقاریر کے دوران صدر کریموف ایک کٹر کمیونسٹ ڈکٹیٹر کے روپ میں ظاہر ہوئے۔ اُنھوں نے اپنے اوپر تنقید کرنے والوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ کریموف نے ایسے لوگوں کو ان کے لیے مصائب پیدا کرنے والے، مجرم اور غدار قرار دیا۔ اسلام کریموف نے الزام لگایا کہ ان کے مخالفین نے قشقادریہ صوبے کے ۴۶ افراد کو تخریبی سرگرمیوں کے لیے دیگر علاقوں میں بھیجا۔ صدر کریموف نے ان افراد کی تفصیل نہیں بتائی۔ تاہم اپوزیشن سے تعلق رکھنے والی ازبک آبادی کی کثیر تعداد ملک چھوڑنے پر مجبور کر دی گئی ہے۔

ایسے حالات میں جب کہ ازبکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور بعض ملکی دانشور بجا طور پر ملک میں سیاسی اور اقتصادی استحکام کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں، صدر اسلام کریموف ملک میں سیاسی استحکام کے بہانے حکومت مخالف عناصر اور حزب اختلاف کے سیاسی رہنماؤں کو ضرورت سے زیادہ سختی سے کچلنے کی راہ پر گامزن ہیں۔ صدر کریموف کو جو خود بھی آزاد معیشت کا پرچار کر رہے ہیں، اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ منڈی کی معیشت صرف تجارتی اور سیاسی آزادی کی فضا میں ہی پروان چڑھ سکتی ہے۔ نسبتاً آزاد رو سرکاری عہدے داروں کی بار بار کی معزولی اور منظور نظر افراد کو کلیدی عہدوں پر فائز کرنے کی کمیونسٹ دور کی پالیسیاں اور خصوصاً پولات عبدالرحمن اوف جیسے تجربہ کار اور کھلے ذہن کے لوگوں کی اچانک برطرفیوں کے نتیجے میں سیاسی اور اقتصادی استحکام کو خطرات سے دوچار کیا جا رہا ہے اور ملک کو غیر یقینی کی صورت حال کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

قازقستان اور جمہوریت

قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بائیف نے کہا ہے کہ ان کا ملک مغربی جمہوری تصورات کی پیروی کرنے کا پابند نہیں ہے۔ بقول ان کے قازقستان کو اپنی معاشرتی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لیے جداگانہ جمہوری اقدار کو فروغ دینا ہوگا۔ ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے انہدام اور قازقستان کی آزادی کے فوراً بعد صدر نذر بائیف مغربی طرز جمہوریت کے زیادہ مخالف نہ تھے۔ ان دنوں وہ حقوق انسانی، آزادی اظہار رائے اور بدعنوانی جیسے امور پر پارلیمنٹ کی طرف سے تنقید سننے کے لیے تیار نظر آتے تھے۔ لیکن یہ زمانہ وسط ایشیائی ریاستوں میں بیرونی دنیا اور خاص کر مغربی ممالک کی طرف سے سرمایہ کاری شروع کرنے سے قبل کا تھا۔ واضح رہے کہ قازقستان سمیت تمام نو آزاد وسط ایشیائی ریاستیں بڑی حد تک تیل اور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہیں جن سے استفادہ کے لیے انھیں

بیرونی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔

قازقستان کے حزب اختلاف کے مطابق گزشتہ سال کئی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ گزشتہ سال مارچ کے مہینے میں صدر نور سلطان نذر بائیف نے پارلیمنٹ توڑ دی اور اعلان کیا کہ نئی اسمبلی کے منتخب ہونے تک وہ صدارتی فرامین کے ذریعے کاروبار حکومت چلاتے رہیں گے۔ نئی اسمبلی کے لیے انتخابات سے قبل اپریل ۱۹۹۵ء میں صدر نذر بائیف نے اپنی صدارت کی میعاد سن ۲۰۰۰ء تک بڑھانے کے لیے ایک استصواب منعقد کروایا۔ اُنھوں نے گزشتہ اگست میں نئے آئین کی منظوری کے لیے ایک اور استصواب منعقد کروایا۔ نئے آئین میں صدر کو لامحدود اختیارات تفویض کیے گئے ہیں۔ مذکورہ دونوں استصواب میں نذر بائیف کو مبیّنہ طور پر ۹۰ فیصد ووٹروں کی حمایت حاصل رہی۔

دسمبر ۱۹۹۵ء میں قازقستان میں قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کروائے گئے۔ حزبِ اختلاف کی اکثر بڑی جماعتوں نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ ان کے مطابق آئین میں ترامیم کے ذریعہ قانون ساز اسمبلی کے اختیارات محدود کر کے اسے سوویت عہد کی "ربڑ سٹیمپ" اسمبلی بنا دیا گیا ہے۔ جس کا کام محض صدارتی فرامین کی توثیق کرنا ہوگا۔ حزبِ اختلاف کی طرف سے انتخابات کے بائیکاٹ کی وجہ سے ان انتخابات کے نتیجے میں صدر نور سلطان نذر بائیف کی ریاستی معاملات پر گرفت اور زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔

قازقستان کی کل آبادی ۱۶ ملین ہے۔ ۳۶ فیصد شہری روسی نژاد ہیں۔ کل ۸٫۶ ملین افراد ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں "مجلس" کے لیے عوام نے ۲۷۴ اُمیدواروں میں سے ۶۷ "نائبین" کو منتخب کرنا تھا۔ کل ۴۸ اُمیدواروں میں سے ۴۰ سینیٹر پہلے ہی صوبائی اسمبلیوں نے منتخب کر لیے تھے۔ یہ تمام سینیٹر صدر نذر بائیف کے قریبی ساتھی شمار ہوتے ہیں۔ چھ سیاسی گروپوں کے کل ۱۰۲ امیدوار انتخابی دنگل میں اُترے۔ ان میں سے مضبوط ترین گروپوں کا تعلق صدر کے حمایت یافتہ سیاستدانوں سے تھا۔ دوسرے گروپوں میں سے بعض کا تعلق کسان تنظیموں اور ماحولیاتی گروپوں سے تھا۔ کچھ اُمیدوار ایسے بھی تھے جن کا کسی سیاسی تحریک سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ تمام گروپ صدر کے لیے تنقید کا پہلو کم ہی رکھتے تھے۔ سوشلسٹ پارٹی نے انتخابات کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اسی طرح قوم پرستوں نے بھی انتخابات میں حصّہ نہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُن کے نزدیک قازق اسمبلی کی حیثیت سوویت دور کی "ربڑ سٹیمپ" اسمبلی سے زیادہ نہیں ہے۔ مرکزی انتخابی کمیشن نے بعض "وسیع تر روس کے خواہاں" گروپوں کو نااہل قرار دے دیا تھا۔ ووٹ ڈالنے کے بعد نور سلطان نذر بائیف نے کہا "انتخاب جمہوری ہیں کیونکہ ایک انتخابی حلقے سے کئی امیدوار انتخابات لڑ رہے ہیں"۔ تاہم بین الاقوامی مبصّرین نے پارلیمنٹ کے انتخابات کے پہلے راؤنڈ کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا۔ اُنھوں نے شکایت کی کہ کئی موقعوں پر اُنہیں پولنگ بوتھ جانے سے روک دیا گیا۔ یورپی کمیشن کے

مبصّر ایگسل شیفر نے کہا "بسا اوقات مبصّرین کو سرکاری عہدے داروں نے پولنگ کا مشاہدہ کرنے سے روکے رکھا"۔

۹ دسمبر کے انتخابات میں اہلِ خاندان کے لیے ڈالے گئے ووٹوں کا سلسلہ بڑی حد تک مشاہدہ میں آیا۔ اکثر کنبوں کے سربراہوں نے اپنے اہلِ خاندان، رشتہ داروں اور حتیٰ کہ دوستوں کے ووٹ بھی پول کیے۔ حالانکہ قازق قانون کے مطابق سربراہ اپنے خاندان والوں یا رشتہ داروں کے لیے ووٹ نہیں ڈال سکتا۔ ایک فرانسیسی مبصّر نے کہا۔ "ہر تین ووٹوں میں سے ایک ووٹ مبینہ طریقے سے ڈالا گیا"۔ قازق الیکشن کمیشن کے ذرائع کے مطابق انتخابات میں شرکت کی شرح ۸۱،۷ فیصد رہی۔ حزبِ اختلاف کی معروف سیاسی پارٹیوں نے صدر نور سلطان نذر بائیف کی حکومت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو بقول اُن کے "ان نمائشی انتخابات" سے دور رکھا۔ قازقستان کی "Azat" پارٹی کے ایک اہل کار نے کہا "ہمیں اس بات کا خدشہ ہے کہ قازقستان کی اسمبلی میں حکومت مخالف آواز قطعاً نہیں سنی جائے گی۔ ممبران کا انتخاب پہلے ہی انتظامیہ کی طرف سے ہوچکا ہے۔"

واضح رہے کہ قازقستان کی پارلیمنٹ کو پچھلے سال مارچ میں ملک کی دستوری عدالت کے اس فیصلے کے بعد کہ پچھلے پارلیمانی انتخابات غیر قانونی تھے، تحلیل کرلیا گیا تھا۔ اس وقت سے اب تک صدر نذر بائیف صدارتی فرامین کے ذریعے کاروبار حکومت چلاتے رہے ہیں۔

قازقستان: حقوق انسانی کی صورتِ حال

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں "سزائے موت" کی شرح کے اعتبار سے قازقستان کا اس وقت چین، سعودی عرب اور الجزائر کے بعد چوتھا نمبر ہے جہاں گزشتہ سال ملک میں ۱۰۱ افراد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ گزشتہ جولائی میں قازق ٹیلی وژن نے جیل کی راہداری میں ایک قیدی کو گولی مارنے کا منظر براہ راست دکھایا۔

قازق حکومت کے اہل کار جناب میخائیل بارونوف نے بین الاقوامی تنظیم برائے حقوق انسانی کی طرف سے AFP کو جاری کی گئی رپورٹ میں ہلاکتوں کی اس تعداد کو مسترد کر دیا۔ البتہ انھوں نے تسلیم کیا کہ جن ۸۵ افراد کو "سزائے موت" سنائی گئی تھیں، ان کی درخواستیں گزشتہ سال ہی مسترد ہو گئی تھیں۔

میخائل بارونوف نے، جن کا تعلق قازقستان کے Pardons Board سے ہے، یہ نہیں بتایا کہ مذکورہ ۸۵ افراد کو واقعتاً پھانسی دے دی گئی ہے یا نہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ۱۹۹۵ء کے دوران